Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:9 (1976)

اقبالؒ اور معراج النبیؐ

سیّد عبد اللہ

مسئلہ معراج اقبالیات کا ایک پیچیدہ اور حد درجہ اختلافی موضوع ہے۔ حضرت علامہ نے معراج کے سلسلے میں کیا تعبیر فرمائی اس کے متعلق کچھ زیادہ تحقیق نہیں ہوئی۔ لیکن خود معراج کا موضوع علی الاطلاق بھی امتحان کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اسے فِتْنَۃً للناس کہا گیا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت کا ادراک آزمائش سے کم نہیں۔

واقعہ معراج قرآن مجید کی دو سورتوں (بنی اسرائیل اور والنجم) میں بیان ہوا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت یہ ہے: سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لِنُرِیَہ من آیاتنا انہٗ ھو السمیع البصیرُ اس آیت کی بنا پر اس واقعہ کو اِسرا کہا جاتا ہے۔ جسے بعد میں معراج بھی کہا جانے لگا۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسلامی دینیات میں معراج کا لفظ کب داخل ہوا۔ قرآن مجید کی ایک سورت معارج ہے مگر اس کا موضوع مختلف ہے اس طرح عرج مادے سے بہت سے مشتقات قرآن اور احادیث میں ہیں۔ معراج سے متعلق صحیح بخاری کی حدیث میں لفظ عُرِجَ بِی موجود ہے لیکن معراج کا عنوان موجود نہیں۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ یہ لفظ شائد تیسری صدی ہجری میں رائج ہوا ہوگا۔ بہرحال مذکورہ بالا دو صورتوں میں اور احادیث میں جس واقعہ کا ذکر آیا ہے اس کی متعدد تعبیریں ہوئیں اور آج تک ہو رہی ہیں۔ ان تعبیرات میں بڑے اختلافی نکات یہ ہیں:-

۱- اِسرا اور معراج ایک واقعہ ہے یا دو الگ الگ واقعات؟

۲- معراج محض روحانی تجربہ تھا یا جسمانی؟

۳- یہ واقعہ دن کو پیش آیا یا رات کو؟

۴- معراج عالمِ بیداری میں ہوئی یا بحالتِ خواب؟

اس قسم کے نکات اور بھی ہیں جن سے کتبِ تفاسیر و کلام و عقائد بھری پڑی ہیں۔ اس تفصیل میں جانے کی اس وقت ضرورت ہے نہ فرصت۔ البتہ اس سلسلے میں دینیاتی تعبیرات کا بہترین خلاصہ اگر دیکھنا ہو تو علامہ مصطفیٰ المراغی کی تفسیر اور عقلی تعبیر ابن سینا کے معراج نامہ کے علاوہ دیگر کتبِ کلام میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

الغرض واقعہ معراج اسلامی دینیاتی ادب کا ایک مشکل مگر بے حد مقبول موضوع ہے۔ جس کی طرف قرناً بعد قرنٍ حکماء اور علماء کے علاوہ اربابِ ادب بھی توجہ کرتے رہے اور اب ہمارے دور میں اقبال بھی اس کی طرف ملتفت ہوئے۔ مگر یہ واضح رہے کہ علامہ اقبال کی توجہ کے اسباب سابقہ علماء و صوفیہ کی غایت سے مختلف ہیں۔ انھوں نے اپنے دور کے اکتسابات کی روشنی میں معراج کے اسرار کی شرح کی اور جاوید نامہ کے نام سے اپنی سیرِ روحانی کی ایک منظم روداد لکھی۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ سیر یا جاوید نامہ ڈانٹے کی طربیہ خداوندی کے ادبی نمونے سے اثرپذیری کا نتیجہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی عقیدۂ معراج کے ان ذہنی و روحانی انعکاسات کا ثمر ہے جو اقبال کے علاوہ کئی اور صوفیہ کے ذہن پر اپنے اپنے دور میں مرتسم ہوئے۔ اقبال کے مخلص رفیق اور خادم چوہدری محمد حسین راوی ہیں کہ مسئلہ معراج مدتوں علامہ کے غور و فکر کا مرکز بنا رہا، علامہ چاہتے تھے کہ معراج کے روحانی، فکری اور نفسیاتی و ثقافتی مضمرات کا جائزہ لیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ عقیدۂ معراج کی دینی تعبیر کچھ بھی ہو اس کے ان ثقافتی اثرات کا سراغ لگایا جائے جو قرناً بعد قرنٍ مسلم قوم کے ذہن و فکر اور قول و عمل میں اجتماعی طور سے نمودار ہوتے رہے۔ چنانچہ انھوں نے آل انڈیا اورینٹل کانفرنس ۱۹۲۸ء کے شعبہ عربی و فارسی کے خطبۂ صدارت میں مسئلہ معراج کو ان مسائل مہمہ میں شامل کیا جن کی طرف مسلم حکماء و محققین کو خاص طور سے متوجہ ہونا چاہیئے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علامہ کے تجویز کردہ موضوع پر کسی صاحبِ علم نے کچھ کاوش کی یا نہیں تاہم مسئلہ اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ جاوید نامہ کی تمہید زمینی میں حضرت علامہ نے معراج کے مسئلے پر (رومی کی زبان سے) خود بھی گفتگو فرمائی ہے جو میرے نزدیک قابلِ شرح بھی ہے اور بنیادی بھی۔ ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوا کہ معراج کے متعلق حضرت علامہ

کے نقطۂ نظر کے بارے میں مختصر سی گفتگو کر لی جائے۔

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ علّامہ کے یہاں معراج عام بھی ہے اور خاص بھی، لیکن انھوں نے عام صوفیہ و اولیاء کے سفرِ روحانی اور معراجِ مصطفوی کے مابین ایک خطِ فاصل کھینچ دیا ہے۔ بعض صوفیہ نے اپنی کتابوں میں نبوت اور ولایت کے امتیازات کی بحث کرتے ہوئے معراج کا لفظ، عام روحانی شخصیتوں کی سیرِ آسمانی کے لئے بلا تکلّف استعمال کیا ہے ... لیکن حضرت علّامہ نے اس معاملے میں خاصی احتیاط برتی ہے۔ ان کے کلام نظم و نثر پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ معراج مخصوص کا امتیاز صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا ... باقی روحانی شخصیتیں معراج سے نہیں بلکہ درجہ بدرجہ اتحاد سے متصف ہوئیں۔ اتحاد کے معنی تھانوی[1] (کشاف اصطلاحات الفنون) کے نزدیک یہ ہیں: "وفی عرف السالکین عبارۃ عن شہود وجود واحد مطلق ...." لیکن اتحاد کے ایک معنی فنا کے ہیں جو ذاتِ حقیقی سے اتصال کا نام ہے۔ اس صوفیانہ مفہوم کی نوعیت اگرچہ مختلف ہے تاہم ایک لحاظ سے عام معراج بھی اتحاد ہی ہے لیکن معراج نبویؐ میں قابَ قوسین اَواَدنیٰ کا جو شرف مضمر ہے وہ دوسروں کے اتحاد کو کب میسّر ہوا۔ آیئے تھوڑی سی گفتگو اتحاد کے اس پہلو پر کر لیں جو جاوید نامہ کی تمہید زمینی میں رومی کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ میں اسے اتحاد اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس میں علامہ نے معراج عام اور معراج خاص دونوں کی تشریح کی ہے۔ یہ تجزیہ اس لئے ضروری ہے کہ جاوید نامہ کا یہ حصہ مابہ النزاع بن گیا ہے اور اس کی عبارتوں سے بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔

اب جاوید نامہ کا وہ باب دیکھئے جسے "تمہید زمینی" کہا گیا ہے، دیکھئے، روح رومی نمودار ہوتی ہے۔ علامہ اس سے موجود و ناموجود اور محمود و نامحمود کی حقیقت اور زندگی کی کنہ دریافت کرتے ہیں جواب میں رومی فرماتے ہیں۔ ؎

زندگی خود را بخویش آراستن　　　　بر وجودِ خود شہادت خواستن

اب اس شہادت کے تین شاہد ہیں۔ شاہدِ اوّل شعورِ خویشتن، شاہدِ ثانی شعورِ دیگرے اور شاہدِ ثالث شعورِ ذاتِ حق۔

---

[1] محمد اعلیٰ تھانوی ...

یہ تیسرا شعور زندگی کا مقام اعلیٰ ہے۔

بر مقام خود رسیدن زندگی است — ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

مرد مومن در نسازد با صفات — مصطفےٰ راضی نہ شد الاّ بذات

چیست معراج، آرزوے شاہدے — امتحانے رو بروے شاہدے

پھر دوسرا سوال ہوتا ہے نور ذات حق تک پہنچنے کی کیا سبیل ہے؟ جواب ملتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت' یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لاتنفذون الاّ بسلطان۔ سے معرفت حاصل کرو۔ لیکن قرآنی اصطلاح سلطان کے معنی کیا ہیں؟ یہ یقیناً کوئی پراسرار قوت یا استعداد ہے جو خصوصی طاقت بخشتی ہے۔

اس سلطان کی مدد سے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک جانا ممکن ہے یہاں تک کہ افلاک کی مسافتوں پہنائیوں اور گہرائیوں کو چیر کر آگے بڑھنا بھی ممکن ہے۔ ایک مرحلے سے برتر مرحلے میں ترقی کرنے کے لئے اقبال نے زادن (جنم لینا) کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہ جنم ایک نئی دنیا میں سانس لینے کا نام ہے۔ جس طرح دنیا میں ہر چیز جنم لیتی ہے اور ایک نئی دنیا میں آپہنچتی ہے۔ اسی طرح "آن سوئے افلاک" جانے کے لئے بھی ہر مرحلے پر ایک زادن (جنم) کی ضرورت ہوتی ہے..... یہ ایک طرح کی جست یا زقند ہے جو عشق (جذب و شوق) کی قوت سے ابھرتی ہے جو "سلطان" کے معنی میں شامل ہے۔ اس استعداد سے شعور میں ایک انقلاب آجاتا ہے اور زندگی ایک نئی فضا میں پرواز کرتی محسوس ہوتی ہے جس کی بدولت فاصلہ و وقت کا احساس مٹ جاتا ہے... یہی "انقلاب اندر شعور" معراج کہلاتا ہے۔ یہ تمہید زمینی کے بنیادی خیالات کا نہایت مجمل خلاصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علامہ کے نزدیک معراج عام بھی ہے اور خاص بھی۔ معراج عام انقلاب شعور ہے اور معراج خاص اس کی برترین صورت ہے۔

لیکن معراج کی اس تشریح میں دو مقام رکاوٹ کے ہیں ایک تو لفظ شعور کا استعمال دوسرا لفظ معراج کا استعمال۔

ذہنی رکاوٹ یوں ہے کہ ان دو لفظوں کا ان پختہ اور تقریباً تسلیم شدہ عقیدوں سے تصادم ہوتا ہے جو معراج مصطفوی کے متعلق مسلمانوں میں مقبول و مروج ہیں۔

جن لوگوں کو تردّد پیدا ہوا ہے وہ اس بنا پر کہ یہاں لفظ معراج آنحضرتؐ کے سوا کسی اور کے لئے کیوں استعمال ہوا ہے، اسی طرح انہیں یہ تشویش ہوئی ہے کہ معراج کو محض "انقلاب اندر شعور" کہہ کر آنحضرتؐ کے معراج جسمانی کی نفی کی گئی ہے۔ میں نے ان تردّدات پر خاصا غور کیا ہے اور معراج کے سلسلے میں علامہ کے اشعار (بزبانِ رومی) کو بار بار پڑھا ہے۔ جس کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ تردّد رکھنے والے حضرات شائد معاملے کی تہ تک نہیں پہنچ سکے۔ حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ علامہ نے لفظ معراج کا استعمال صوفیہ کی کتابوں کے حوالے سے کیا ہے جن میں مراتب صعودی کو استعارۃً معراج کہا گیا ہے، یہ اس لفظ کا عام استعمال ہے، خاص استعمال نہیں۔ علامہ کے کلام میں عام استعمال کی یہی صورت ہے جو اس وقت زیر نظر ہے لیکن وہ خاص صورت بھی ہے جس میں معراجِ مصطفوی کی تخصیص موجود ہے۔

لفظ معراج کی عام اور خاص صورتوں میں فرق نہ کرنے سے تردّد اور التباس پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال جاوید نامہ میں لفظ معراج عام صوفیانہ معنوں میں استعمال ہوا ہے جو ولایت کی حد میں ہے لیکن جاوید نامہ کے اسی باب میں، تھوڑا پہلے خاص معراج مصطفوی کا بھی ذکر ہے۔ متعلقہ اشعار یہ ہیں:-

شاہد ثالث شعور ذات حق — خویش را دیدن بنور ذات حق
پیش این نور ار بمانی استوار — حیّ و قائم چون خدا خود را شمار
بر مقام خود رسیدن زندگی است — ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مرد مومن در نسازد با صفات — مصطفےٰ راضی نہ شد الّا بذات
چیست معراج آرزوئے شاہدے — امتحانے رو برُوئے شاہدے

ان اشعار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے مدّ نظر دونوں طرح کے تصوّرات معراج ہیں، ایک عام جو ولایت کے کمالات میں ہے اور دوسرا خاص جو مقام مصطفوی ہے۔ لیکن یہاں اندازِ بیان کی وجہ سے فرق اتنا لطیف ہے کہ بعض اوقات التباس ہو جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ فرق لطیف اس لئے بھی ہے کہ خود صوفیائے کبار کے ہاں ولایت و نبوت کے تقابل میں بڑے بڑے التباس نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ بعض صوفیہ نے نبوت کو "نوعے از ولایت" قرار دے کر ولایت کو نبوت سے اکمل قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

لیکن میں نے جس حد تک غور کیا ہے علامہ اقبال نبوت کو خصوصاً حضرت رسالت مآبؐ کی نبوت کو ایک امر خاص الخاص سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے پانچویں خطبے میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مقولے سے یہی ثابت کیا ہے۔ بقول علامہ اقبال شیخ گنگوہی نے فرمایا:۔

"محمدؐ عربی بر فلاک الافلاک رفت و باز آمد واللہ اگر من رفتمے ہرگز باز نیامدمے"۔ اس پر بحث کرتے ہوئے حضرت علامہ منصب نبوت کی رفعت اور ہمہ گیری کا اثبات کرتے ہیں . . . اور ضمناً اولیاء کی معراج اور حضرت مصطفٰیؐ کی معراج کا فرق بھی بتا جاتے ہیں۔

میں اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ جاوید نامہ (اور اپنے دوسرے کلام) میں علامہ نے معراج مصطفوی کے مقامات بلند اور احوال خاص سے انکار نہیں کیا بلکہ ان کا اثبات کیا ہے . . . اور معترضوں کا یہ خیال غلط ہے کہ علامہ آنحضرتؐ کی معراج کو عام نفسیات کی سطح پر لے آئے ہیں۔ یہ تاثر غلط اور بالکل غلط ہے۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ علامہ نے عام اشعار میں بھی جہاں جہاں معراج مصطفوی کا ذکر کیا ہے وہاں ہر جگہ چند خصوصیات اضافی یا انتزاعی کا بھی التزام کیا ہے جس سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ معراج مصطفٰیؐ کو عام صعود روحانی یا نفسی سے مختلف، متفرد، بلند تر اور خاص الخاص تجربہ یا واقعہ سمجھتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ضرب کلیم میں ایک نظم بعنوان معراج ہے۔

دے ولولۂ شوق جسے لذّت پرواز ۔۔۔ کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج
مشکل نہیں یارانِ چمن، معرکۂ باز ۔۔۔ پُر سوز اگر ہو نفسِ سینۂ درّاج
ناوک ہے مسلمان، ہدف اس کا ثریّا ۔۔۔ ہے سرِّ سراپردۂ جان نکتۂ معراج
تو معنیٔ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا ۔۔۔ ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

اس نظم میں علامہ نے معراجِ مصطفویؐ کی تاریخ اور نوعیت بیان نہیں کی بلکہ اس کے اس سرّ (راز) کی طرف توجہ دلائی ہے جو انسان خصوصاً ایک مسلمان کے لئے اس میں پوشیدہ ہے۔ اس کے ذریعے علامہ نے معراج کو مسلمانوں کے لئے ایک عرفان آموز واقعہ قرار دے کر دو باتیں بیان فرمائی ہیں، ایک یہ کہ ایک ذرّہ بھی اگر اپنے اندر ولولہ شوق پیدا کر لے تو مہ و مہر تک نہ صرف یہ کہ اسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے بلکہ وہ مہ و مہر کی دنیا کی تسخیر بھی کر سکتا ہے۔ اس شعری زبان میں وہی حقیقت بیان

ہوئی ہے جسے اگر فکری زبان میں ادا کیا جائے تو اسے ارتقائے شعور یا استکمال شعور کہا جائے گا۔

دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ سورۂ والنجم کا اصلی مخاطب جس میں واقعہ معراج کی کچھ کڑیاں موجود ہیں، مسلمان (مردِ مومن) ہے جو چاند تو کیا سارے افلاک کو عبور کر سکتا ہے۔

اس خیال کی روحانی ماہیت تو سب جانتے ہیں لیکن طبیعیات جدید کے اس دورِ ترقی میں اقبالؔ کی نظر میں (اور واقعتاً بھی) انسان کے لئے خلاؤں کی تسخیر ممکن ہو گئی ہے۔ اور واقعہ معراج کی مادی تعبیر کو نہ ماننے والوں کے لئے اب تردد کی گنجائش نہیں رہی۔

مذکورہ بالا نظم کا لبِّ لباب یہی ہے اور اس کی مزید تائید کچھ اور اشعار سے بھی ہو جاتی ہے مثلاً

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے ۔ کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام تو اتنا ارفع ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ معراج مصطفویؐ ایک راز ہے، ایک لطیفہ غیبی ہے، ایک سرّ الاسرار ہے۔ معراج جسمانی ہو یا روحانی، دن کو ہوئی یا رات کو، خواب میں ہوئی یا بیداری میں، ان سب بحثوں میں الجھنے کے بجائے ہم بقول مولانا ابو الکلام آزاد کیوں نہ کہہ دیں کہ یہ مقام نبوت کبریٰ ہے، اس کی صحیح کیفیات کی تعیین ہمارے لئے ممکن ہی نہیں۔ یہ سرّ الاسرار ہے جس پر بحث کرنے کے بجائے ایمان لے آنے ہی میں نجات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبالؔ نے بھی مذکورہ بالا مباحث میں الجھنے سے زیادہ ان اثرات و ثمرات کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس واقعہ کے زیر اثر مسلمانوں کے ذہن و ذوق پر مرتسم ہوئے یا ہونے چاہئیں یا ان معارج و معالی کی طرف توجہ دلائی ہے جو واقعہ معراج کی غایات ہیں۔

لہٰذا یہ کہنا کہ اقبالؔ نے معراج جسمانی کا انکار کیا ہے غلط ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب علامہ عام مردِ مومن کی اس قدرت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ ولولہ شوق پیدا کر کے وہ مہ و مہر کی تسخیر کر سکتا ہے۔ (اور بایں جسد عنصری کر سکتا ہے) تو خاتم النبیّین اور افضل المرسلین کے بارے میں وہ کیوں کر سوچ سکتے ہیں کہ ایک عام مومن تو شش جہات کو عبور کر کے افلاک کی تسخیر بایں جسد عنصری کر سکتا ہے لیکن حضورؐ یہ جسدِ عنصری نہیں کر سکتے۔ خصوصاً جب کہ قرآن مجید نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ یہ سفرِ شب خود خدا تعالیٰ نے کرایا تھا۔ (سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ)

اب جو چیز قادر مطلق نے کرا دی اس سے ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ ہمارا ذہن جو سلسلہ علت و معلول کا مارا ہوا ہے متشکک ہوتا ہے کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ ہمارا شعور وقت (TIME SENSE) اسے تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ زمان و مکان اور علت و معلول شئون قدرت میں ہیں اور قدرت کے شئون کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب، بہر حال اس وقت بحث یہ نہیں کہ حضورؐ سفر آسمانی پر بجسدِ عنصری تشریف لے گئے یا نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ اقبالؔ اس بحث سے بچ کر برابر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ حضورؐ کے مقامِ کبریٰ کی بات الگ رکھو۔ کیونکہ وہ حدِ ادراک سے بالا ہے' تم صرف یہ دیکھو کہ مقامِ مصطفےٰؐ کتنا بلند ہے۔ جب ایک عام مردِ مومن، یا کوئی فرد بھی جسے خدا استعداد دے بجسدِ عنصری افلاک کو عبور کر سکتا ہے تو خدا کا رسول جو کامل و اکملؐ ہے کیوں نہیں کر سکتا۔ دینی سطح پر اس کی تائید سورۃ الرحمٰن کی اس آیت سے ہوتی ہے جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ اس میں "الاّ بسلطان" کا جملہ اس امکان کو بصراحت بیان کر رہا ہے۔ اب اس سلطان کے معنی کچھ کر لیجئے۔ استعداد روحانی یا خدا کی عطا کی ہوئی کوئی اور قابلیت یا عقل تجربی یا علم کی طاقت وغیرہ وغیرہ۔ کوئی معنی کر لیں، بات یہی نکلتی ہے کہ جنّ اور بشر دونوں کے لئے (سلطان کی مدد سے) اقطار السمٰوات سے گزرنا ممکن ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؔ نے رومی کی زبان سے جو کچھ فرمایا ہے وہ سوال و جواب کی شکل میں ہے۔ پہلے سوال سنیئے پھر جواب دیکھئے:۔

سوال: باز گفتم پیشِ حق رفتن چساں — کوہ خاک و آب را گفتن چساں

جواب: گفت اگر سلطان ترا آید بدست — می تواں افلاک را از ہم شکست

نکتۂ الاّ بسلطان یاد گیر — ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر

اس ضمن میں حضرت علاّمہ نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے' مراتب صعود کو "زادن" یا نیا جنم لینے سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے دوسرے معنی موجودہ (TIME SENSE) کی شکست و ریخت ہے یعنی علّت و معلول کے موجودہ سلسلے سے اوپر اٹھ جانا اور ایک نئے نظام وقت میں پہنچ جانا ہے جسے برگسان وغیرہ زمان خالص اور اقبالؔ زمانِ ایزدی کہتے ہیں۔

یہ وہ رموز ہیں جو ہماری عقلِ علّت پسند کی دسترس میں فی الحال نہیں۔ ہم لوگ ابھی اسے روحانی تجربہ یا محض شعور کا ہنگامہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن خلائی تجربوں نے اس کے جسمانی امکانات کی تسلیم کے لئے راستہ کھول دیا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کی معراج کے بارے میں' جسمانی امکانات کو بالکل ردّ

کر دینے کے حق میں جو سائنسی و عقلی فضا پہلے تھی وہ اب نہیں رہی۔

اب نفسیات کی دریافتیں اور ان سے متعلق فلسفیانہ شعوریات کی نہج اس درجہ بدل چکی ہے کہ انتہا پسندانہ نفسیات بھی محض شعور کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جس پر پہلے بہت زور دیا جاتا تھا۔ جدید تر طبعیاتی فکر نے ثابت کر دیا ہے کہ شعور وجود کو مستلزم ہے۔ کوئی شعور وجود کے بغیر ممکن نہیں۔ شعور کا ارتقاء اور انقلاب بھی وجود کو ساتھ لے کر چلتا ہے۔ لہذا شعور اور وجود کو الگ الگ حقیقتوں کے طور پر دیکھنا غلط ہے۔ معراج کیا ہے محدود کا نامحدود یا حقیقت کبریٰ کی طرف مرحلہ بہ مرحلہ بڑھنا اب اگر حقیقت کبریٰ کو وجود محض مانا جائے تو اس کے ساتھ لازماً شعور محض بھی ہوگا لہذا محدود کا نامحدود کی طرف سفر شعوراً بھی ہوگا اور وجوداً بھی، یہی معراج کی حقیقت ہے۔

پھر اگر وجود محض اور شعور محض سب جگہ جاری و ساری ہے جیسا کہ جدید طبعیات کا رجحان یہی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ محدود شعور لامحدود شعور سے مرتبط ہوں اور جسم بھی اس کے ساتھ شامل ہو۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ شعور محدود اور وجود محدود، شعور لامحدود اور وجود لامحدود سے اتحاد حاصل کرے۔ اور اس اتحاد کی اکمل ترین صورت معراج مصطفویؐ ہے

میں نے یہ خیالات حضرت علامہ کے افکار پر قائم کردہ مجموعی تاثر کی بنیاد پر ظاہر کئے ہیں، جن کی تائید بعض دیگر بحثوں سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً انھوں نے خودی کے ارتقاء، حیات بعد الموت اور خود موت کی حقیقت پر خطبات، گلشن راز اور جاوید نامہ وغیرہ میں جو بحثیں کی ہیں ان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

خطبات میں حیات بعد الموت کی بحث میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد کہ "حیات بعد الموت کے لئے کوئی ایسا مادی پیکر ناگزیر ہے جو خودی کے نئے ماحول میں اس کے مناسب حال ہو۔

"بعثت ثانیہ ایک حقیقت اور انسان کے ماضی پر غور کرنے کے بعد یہ غیر اغلب نظر آتا ہے کہ اس کی ہستی جسم کی ہلاکت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ ختم ہو جائے" یہاں تک حضرت علامہ کے الفاظ تھے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ جب حیات کے لئے جو شعور کا دوسرا نام ہے مادی پیکر ناگزیر ہے تو معراج کے لئے جو شعور کے ایک درجہ کمال کا نام ہے۔ مادی پیکر یا جسدی التزام کیوں ناگزیر نہ ہوگا۔

علامہ اقبال سید نذیر نیازی کے نام ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:-

"بعثت (یاحیات بعدالممات) نام ہے ایک نئے TIME SYSTEM کے ساتھ خود کو ADJUST کرنے کا...، حیات بعدالموت' انسانی کوشش اور فضل الٰہی سے ممکن ہے..... بعثت ثانیہ ایک BIOLOGICAL PHENAMENON (حیاتیاتی سلسلہ عمل ہے) اس میں انسانی کوشش کو بھی ایک حد تک دخل ہے ... . زندگی کے مدارج بے شمار ہیں اس ضمن میں بہت سے امور عقل انسانی سے باہر ہیں۔"

یہ اس مکتوب کے چند اقتباسات ہیں... . یہ اگرچہ حیات بعدالممات سے متعلق ہیں' اور معترض کہہ سکتا ہے کہ ان کا معراج سے کیا تعلق ہے لیکن حیات ثانیہ کی اس بحث کے اندر رواں فکری تہ موج پر اگر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مر جانے کے بعد شعور (روح) اور جسم کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا اور رؤیا میں بھی جسم ہمراہ ہوتا ہے تو تجربہ معراج میں روح (شعور) اور جسد کو الگ الگ ماننے پر ہم کیوں مجبور ہیں۔

یہاں تک معراج کی حقیقت پر گفتگو ہوئی ہے.... اب ایک آدھ بات مسلم معاشرے پر معراج کے اثرات کے بارے میں آرہی ہے جس کی تحقیق کی دعوت حضرت علامہ نے ۱۹۲۸ء میں مسلم محققین کو دی تھی۔

یہ موضوع اتنا نادر اور کثیر الاطراف ہے کہ اس پر علامہ خود ہی کچھ رقم فرماتے تو حق ادا ہوتا۔ لیکن انہیں مہلت نہ ملی۔ اس لئے ان کے کلام نظم و نثر سے کچھ اشارے جمع کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ معراج دراصل ایک نکتۂ ہدایت ہے مسلمان کے لئے کہ وہ اگر چاہے تو مہ و مہر کی تسخیر کر سکتا ہے یا یہ کہ معراج مصطفےٰؐ کا درس یہ ہے کہ گردوں عالم بشریت کی زد میں ہے۔ یعنی بشر کے لئے ممکن ہے کہ وہ افلاک کی تسخیر کر سکے۔ ان معنوں میں معراج حقائق علوی کی دریافت کے لئے ایک جذبہ انگیز مہمیز ہے.... اور افلاک کی تسخیر کے لئے نشانِ راہ۔ علامہ کے لئے باعثِ تشویش شائد یہ امر تھا کہ مسلمانوں نے حقائق روحانی کی طرف تو پوری پوری توجّہ کی.... اور حظیرۃ القدس تک کی خبر لے آئے لیکن اس واقعہ سے پیدا شدہ دوسری قریبی معرفتیں جن کی بدولت یورپ آج خلائی تسخیر کے قابل ہو سکا ہے کیوں نظر انداز کر گئے۔ یہ نکتہ علامہ کی نظر میں قابل تحقیق ہے۔

بہر حال معنوی درس کے علاوہ' واقعہ معراج نے اتنا ضرور کیا کہ مسلمانوں کو علوم کی بعض

خاص شاخوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی. احادیث میں خصوصاً بخاری شریف میں آسمانی دنیا کے جو نقشے بسلسلۂ معراج پیش کئے گئے ہیں ان سے علم الجوّ، فلکیات، طبعیات اور دیگر سماواتی فنون کی تشویق ایک قدرتی امر تھا.

معراج سے مسلمانوں کے ایمان بالرسالت میں گہرائی پیدا ہوئی.... اور آنحضورؐ کی اکملیت اور اشرفیت کا یقین محکم ہوا۔ جہاں بعض دوسرے انبیاء کے آسمانی سفر ایک خاص مقام تک پہنچ سکے وہاں آنحضرتؐ کا سفر، نبوت کے راستے کی آخری منزل قرار پایا۔ اس سے ایقان میں گہرائی پیدا ہوئی اور خدا کی ہستی کی محسوس شہادت میسر آئی.

میں نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ میرے خیالات ہیں' میں نے یہ جرأت اس لئے کی ہے کہ کوئی ذی علم شخص علامہ کی آرزو پوری کرنے کے لئے غائر تحقیق کرے. اس کے علاوہ معراج کی حقیقت اور اس کے اسرار کے سلسلے میں مزید کاوش کی جائے جس سے اس اہم عقیدے کے گہرے اور بلند تر معانی کا مزید ادراک حاصل ہو..... اور جاوید نامہ میں مندرج علامہ کے خیالات بسلسلۂ معراج کے متعلق ہماری بصیرت میں اضافہ ہو۔

●